© rasailojaraid.com

آخری قسط

اسلام کی پہلی خانہ جنگی

محمد صدیق
5 چک کلاں

دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں لیکن پہلو افسوسناک تھا کہ کل تک جو تلواریں دشمنوں کا سر اڑاتی تھیں اب وہ خود اپنوں اور دوستوں کے سروں کی کھوپڑیاں اڑانے والی تھیں۔ جو نیزے دشمنوں کے جگر کے پار ہوتے تھے اب وہ اپنے عزیزوں کے جگر کے پار ہونے والے تھے۔

حضرت زبیرؓ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

آپ مسلمان جب زور وقوت میں پہاڑ بن گئے تو خود ٹکرا کو چور چور ہونا چاہتے ہیں۔

ایک دوسرے کو پختہ یقین تھا کہ وہ حق پر ہے (دونوں جانب بدری صحابیؓ تھے جن کو بذریعہ قرآن اللہ تبارک وتعالی نے جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا تھا کوئی اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا، کوفہ کے بعض قبائل کے سردار اپنے قبائل کی مسجدوں میں گئے اور انکو اس فتنہ سے علیحدہ رہنے کی ہدایات دیں اس پہ سب نے بیک آواز کہا: "کہ ام المومنین کو تنہا چھوڑ دیں"۔ تاہم دونوں طرفین کے لوگوں کو یقین تھا کہ معاملہ طول نہ کھینچے گا بلکہ باہمی صلح سے طے ہو جائے گا۔ ایک قبیلہ کے سردار نے حضرت علیؓ کو صلح کی تحریک کی وہ کہنے سے پہلے راضی تھے وہاں سے اٹھ کر وہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور عائشہ کے پاس آیا اس نے حضرت عائشہ سے پوچھا؟ ام المومنین اس جنگ سے آپ کی کیا غرض وغایت ہے؟

فرمایا: عثمان کے قاتلوں کی سزا اور اصلاح کی دعوت۔ انہوں نے فرمایا ام المومنین غور فرمایئے کہ پانچ صد کی اصلاح کیلئے پانچ ہزار کا خون بہانا اور پانچ ہزار کے لئے ہزاروں کا خون بہانا ہوگا کیا یہ اصلاح ہوگا؟ یہ دلیل کچھ ایسی موثر ثابت ہوئی اور سب نے صلح پہ رضامندی ظاہر کردی اور باہم فیصلہ کر لیا گیا۔ اب ہر فریق مطمئن ہوگیا، جنگ وجدل کا واہمہ یک لخت دلوں سے محو ہوگیا اب اس بات میں کوئی شک وشبہ نہ رہا تھا کہ تمام معاملات صلح وآشتی سے طے کر لئے جائیں گے لیکن وہ فتنہ انگیز لوگ جنہوں نے حضرت عثمان کے خلاف فتنہ پیدا کیا تھا اس صلح سے سخت خوفزدہ اور لرزاں تھے اور انہیں اپنے انجام سے سخت وحشت وخوف محسوس ہو رہا تھا، انہیں در پردہ حقائق کے آئینہ میں اپنا گھناؤنا عکس دکھائی دے رہا تھا الغرض ان کی تمام محنت رائیگاں جاتی نظر آرہی تھی ان کا فائدہ باہمی برسرپیکار رہنے میں ہی پنہاں تھا ان سبائیوں کی کثیر تعداد حضرت علیؓ کے ساتھ تھی دونوں فریق جب رات کی نیند میں تھے تو ان سبائیوں نے پیش دستی کر کے شب خون مارا، اور دفعتاً ان چند شرارت پسندوں نے ہر جگہ آگ لگادی۔

حضرت علیؓ ان لوگوں کو روک رہے تھے مگر کوئی نہ سنتا تھا۔ ہر شخص عالم بدحواسی میں اپنے ہتھیاروں کو سنبھال رہا تھا ہر فریق یہ سمجھ رہا تھا کہ دوسرے نے بدعہدی کی ہے شور وغل سن کر حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ معلوم ہوا کہ جنگ شروع ہو چکی ہے۔

ادھر جنگ شدت اختیار کرتی جارہی تھی کعب بن سعدؓ کو حضرت عائشہؓ نے اپنا قرآن دیا کہ لوگوں کو یہ دکھا کر صلح کی دعوت دو۔ وہ قرآن کھول کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہوگئے مفسدوں نے ایسا تیر مارا کہ اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ اب دوپہر ہوگئی تھی چونکہ حملہ اچانک ہوا تھا جو فوج کے جرنیل تھے انہوں نے اس فتنہ سے کنارا کشی اختیار کر لی تھی۔ حرم نبیؐ کے محافظوں نے ہر طرف سے سمٹ سمٹ کر ان کو اپنے حلقہ میں لے لیا تھا مصری قبائل اور ان میں بھی بنو عدی، اور بنو ضبہ کے لوگ جوش وخروش سے بپھرے ہوئے تھے ادھر دشمنوں کا ریلا تھا مگر یہ ام المومنین کی عزت وتکریم کیلئے اور تحفظ کی فراہمی کیلئے اپنی جانیں نثار کر رہے تھے۔ مگر مذکرہ قبائل کے لوگ آگے پیچھے دائیں بائیں اس ریلے کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔ بنو ازد اور دوسرے جاں نثاروں کی زبان پہ رجز یہ شعر جاری تھے جن کا مفہوم کچھ یوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے:

اے ہماری ماں اے ہماری بہتر ماں جس کو ہم جانتے ہیں آپ نہیں دیکھتیں کہ کتنے بہادر زخمی کئے گئے ہیں اور ان کے ہاتھ اور سر کاٹ ڈالے گئے ہیں۔

اب ہر طرف یہ شور تھا کہ اونٹ کو ج تک مار کر نہ بٹھا دیا جائے گا جنگ کا خاتمہ نہ ہوا بنو ضبہ کے لوگ اونٹ کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھے حملہ آوروں میں سے جو شخص اس طرف کا رخ کرتا تھا واپس نہ جاتا۔ ان کا نقطہ نظر رجزیہ شعروں میں ڈھلتا تو درج ذیل مفہوم نکلتا:

ہم ضبہ کے فرزند ہیں بھاگتے نہیں۔ جب تک سندوں کو گرتے اور ان سے سرخ خون کو بہتے نہیں دیکھ لیں، اے ہماری ماں اے عائشہؓ گھبرائیے نہیں۔ آپ سے سب بیٹے بہادر اور بہادر ہیں۔ اے ہماری ماں اے پیغمبر کی بیوی۔ اے بابرکت وہدایت یافتہ شوہر کی بیوی۔

پھر ان کا یہ نعرہ بھی جذبہ قربانی سے بھر پور تھا۔

ہم ضبہ کے بیٹے اور اس اونٹ کے پاسبان ہیں۔ موت ہمارے نزدیک شہد و انگبین سے زیادہ شیریں ہے۔ ہم موت کی آغوش میں جوان ہوئے ہیں جب موت اتری ہے۔ ہم عفان کے بیٹے عثمان کی موت کی خبر کا اعلان نیزوں کی نوک سے کرتے ہیں۔

ہمارے سردار کو واپس کرو، پھر کوئی بلت نہیں جب گھمسان کی جنگ کا سماں تھا تو جاں نثاران ایک ایک کر کے آگے بڑھتے اور اونٹ کی نکیل کو پکڑ کر کھڑا ہو جاتا تو وہ کام آ جاتا تو دوسرا جانثار جان قربان کرنے کو آگے بڑھتا۔ اور پھر تیسرا اسی طرح ستر ماں کے عزت کے رکھوالے ماں کی ناموس پر قربان ہو گئے۔ قریب ہی عبداللہ بن زبیرؓ موت کا فرشتہ بن کر کھڑے تھے جو بھی اونٹ کی طرف، ہاتھ بڑھاتا وہ تلوار کی کاری ضرب سے اس کا ہاتھ ہوا میں اڑا دیتے۔ حضرت علیؓ نے ان کو عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر ٹھہرایا۔ حضرت عائشہؓ کے تمام زخمی سپاہیوں نے اس گھر کے گوشہ میں آ کر پناہ لی۔

اس کے بعد حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ ملنے کو آئے حضرت علیؓ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اس گھر میں تمام پناہ گزین مقیم ہیں مگر انہوں نے کسی سے تعرض نہ کیا۔

حضرت علیؓ تین دن شہر کے باہر ٹھہرے رہے پہلے آپ نے جنگ کے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی انہیں اجتماعی قبر میں دفن کیا گیا۔

اس جنگ میں مقتولین کی تعداد 10 ہزار تھی جو کہ فریقین کی نصف نصف تعداد تھی پھر ان لشکریوں نے میدان جنگ سے جو چیزیں لوٹی تھیں حضرت علیؓ نے سب چیزیں ان سے واپس لے کر بصرہ کی مسجد میں اعلان کروا دیا کہ جس جس کی چیز ہو وہ پہچان کر لے جائے البتہ اہل بصرہ کے ہتھیار انہیں واپس نہ کئے گئے۔

مقتولین کو دفن کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت عائشہ کی واپسی کا انتظام کیا، انہیں نہایت عزت واحترام سے محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں حجاز کی طرف روانہ کیا گیا۔ عام مسلمانوں اور خود حضرت علیؓ نے دور تک مشایعت کی۔ امام حسینؓ میلوں تک ساتھ گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور بلاشبہ جنتی ہیں دیگر عقل و دانست میں آپ کا مقام بھی بلند ہے آپ کاتب وحی ہیں اور آج کے زمانے کے لحاظ سے رسول اللہ کے پریس سیکرٹری کا عہدہ بنتا ہے جو کہ نہایت اہم ہوتا ہے۔

جبکہ حضرت علیؓ کا درجہ یہ ہے کہ آپ پہلے سب سے کم عمر مسلمان جبکہ اس وقت دیگر صحابہ عمر، عقل وخرد میں بے مثال تھے پھر حضرت علیؓ بھی بدری صحابی ہیں بلکہ رسول خدا کے ہمراہ تقریباً سبھی غزوات میں شریک رہے اسی طرح حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا مقام بھی یقیناً عام مسلمانوں سے بلند و بالا ہے۔

درحقیقت حضرت علیؓ کے پاس دو یقینی ایسے مواقع تھے کہ وہ اس فتنہ کو ختم نہیں تو کم از کم ضرور کر سکتے تھے۔ اور دس ہزار نفوس کے نقصان سے گریز کر سکتے تھے ایک وہ موقع جب حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا گر قاتلوں کو اسی وقت کیفر کردار تک پہنچا دیا جاتا تو یہ فتنہ اٹھتا ہی نہ جبکہ حضرت علیؓ بلا درجے کے ناظم اور بہادر اور سپہ سالار تھے اگر چند صد افراد کو کچل دیا جاتا تو شاید یہ فتنہ بپا نہ ہوتا۔

صحابہ کرام کے درمیا جو جھگڑے اور لڑائیاں ہوئیں ان کو نیک نیتی پہ محمول کرنا چاہئے انمیں نفسانیت اور تعصب کو کوئی دخل نہ تھا کہ بے شک اجتہادی غلطی قابل گرفت نہیں حضور علیہ السلام کے صحبت یافتہ تمام حضرات کو ہمیشہ نیکی سے یاد کرنا چاہئے ان حضرات کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت تھی اور اس محبت کیوجہ سے ہمیں بھی تمام صحابہؓ سے محبت رکھنا چاہئے۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com